

جناب پروفیسر رشید احمد انصاری

مولانا سمیع الحق کا ”جرم“ واضح ہے

وطن عزیز کے نمائندہ پارلیمانی وفد کے ساتھ یورپی یونین کی جانب سے بدتمیزی اختیار کرنے کے حوالہ سے مولانا سمیع الحق قومی و بین الاقوامی سطح کی میڈیا کا اہم موضوع بن چکے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے ”دہشت گردی کے خلاف مصروف جہاد“ ہماری ہیئت حاکمہ کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہے، حالانکہ قومی سطح پر مولانا نے ایم ایم اے کے ساتھ جو طرز عمل اپنایا وہ کئی گوشوں میں قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا جاتا ہوگا۔ لیکن ان کا ناقابل معافی ”جرم“ یہ ہے کہ وہ اسی قافلہ علماء اسلام کے ایک اہم فرد ہیں جس کے رہبروں میں ان کے والد ذی مجد و شرف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب شامل ہیں۔ اور یہ وہی سلسلۃ الذہب (سنہری زنجیر) ہے جس کی ایک ایک کڑی سے فرنگی سامراج باخبر ہے کہ ۱۸ویں اور ۱۹ویں صدی میں برصغیر پر اس کے پہلے استعماری دور میں دین اسلام کے ان سرفروشوں نے ہی ظالم و جارح اور غاصب سامراج کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تھا (اور آج بھی ان کا رویہ وہی ہے)۔ مزے کی بات یہ ہے کہ آج بھی یورپی سامراجی لوگ ”حقوق انسانی“ اور ”مساوایت“ کے چیمپیئن بھی بنے بیٹھے ہیں۔

در اصل علمائے کرام کے حوالہ کچھ ایسے ”جرائم“ ہیں جو کل کے اور آج کے مغربی (برطانوی، یورپی، امریکی) سامراج کو ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ علمائے کرام اپنی گردنوں کے گرد ”نیکٹائی“ نہیں باندھتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ عیسائی کی گردن کا پہننا وہاں ہے کیونکہ اس کے پس منظر میں اس کا عقیدہ ہے جبکہ مسلمان کی گردن پر باندھے جانے کا کوئی اخلاقی، تہذیبی، تاریخی، قانونی جواز نہیں۔ یہ اہل مغرب کے ”عالمی سامراج“ کے نتیجے میں ان کی مذہبی روایت اور شعار کو عام کرنے کا نتیجہ ہے اور مسلمان کو عیسائیت کی جانب لباس کے کلچر کے ذریعے مائل کرنے کا عمل ہے۔ جو چیز تثلیث کے مبلغ مغرب کی ترجیح ہے یہ علمائے کرام اس کو رد کرتے ہیں تو ظاہر ہے انہیں سامراج کے ہاں عزت کیسے مل سکتی ہے۔ انکی دوسری خرابی یہ ہے کہ ان کے قلب اور ذہن ”مغرب کی ثقافت“ کو سینے سے لگانے کیلئے تیار نہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ علماء چاہتے ہیں کہ عورتوں کے جسم ”مستور“ رہیں۔ (یہیں سے لفظ مستورات بنا ہے) نہ وہ سر کے دوپٹے سے آزادی حاصل کریں نہ وہ نیکروں میں سڑکوں پر گھومیں پھریں دوڑیں وغیرہ۔ جبکہ مغربی سامراج عورت کو لباس کے بوجھ سے آزاد کر دینا چاہتا ہے۔ اس طرح مغرب کی ترجیحات اول، ان علماء کی نگاہ میں

(شریعت اسلامی کی تعلیمات کی بناء پر) مردود قرار پائی ہیں۔ تو ایسے افراد کیلئے جارج قوتوں کے پاس برداشت اور عزت کے مرتبے کہاں مل سکتے ہیں۔

تیسری خرابی یہ ہے کہ علمائے کرام اپنے مدارس میں اصلاً ”عربی زبان“ پر مبنی دینی نصابی کتب کی تعلیم دیتے ہیں کہ قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی وغیرہ کے ماخذ عربی ہی سے وابستہ ہیں اور اسکے بعد فارسی اور اردو زبانوں کا وسیع لٹریچر ہے۔ جبکہ مغربی سامراج مسلمانوں کے ملکوں سے اس طرز فکر و عمل کی جڑیں کاٹنے کے لئے گزشتہ دو صدیوں سے مصروف عمل ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ مغربیت کے زیر اثر جاری سرکاری کالجوں میں ہر بچے بچگی کے لئے انگریزی مضمون پڑھنا تو فرض عین (لازمی) ہے جبکہ عربی فارسی پڑھنے والے ڈھونڈے سے ہی ملتے ہیں۔ اور حالیہ زمانے میں تو پہلی جماعت سے ”صرف انگریزی میڈیم“ کا فلسفہ ہر وزیر مشیر کا لازمی وظیفہ بن چکا ہے جسے ان کی زبان سے سن کر آئے دن میڈیا میں دیکھا سنا جاسکتا ہے۔ تو مغربی سامراج نے اب تک کی جدوجہد میں ہمیں عربی اور فارسی سے مکمل طور پر کاٹ ڈالا جس کے نتیجے میں بد قسمتی سے بڑے سے بڑا افسر براہ راست قرآن وحدیث کے علم و فضل کے بحر بے کنار سے سو فیصد بے خبر اور لاتعلق ہو چکا ہے۔ اور اب اردو کی تعلیمی دنیا سے بطور میڈیم ”رخصتی“ کا عمل سپر سائیک جہاز سے زیادہ تیز رفتاری سے جاری ہے۔ ایسے میں مغربی سامراج کے نئے دور کے عالمی امپیریلزم کے جارحانہ صلیبی سفر کی راہ میں رکاوٹ بننے والے علمائے اسلام کا کیا مقام و مرتبہ ہو سکتا ہے اور ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ یہ اظہر من الشمس حقیقت ہے (اس پس منظر میں برطانوی وزیر خارجہ کا پاکستان کے دینی مدارس میں نفس نفیس پہنچنا آنے والے قوتوں کے لئے کئی خدشات کو جنم دے گیا)

چوتھی بات یہ کہ علمائے اسلام کے خلاف برطانوی زرخیز سامراجی ذہنوں کی کاوشوں سے برٹش امپیریلزم کے دور میں پیدا کی گئی خانہ ساز نبوت ایک مستقل سرگرم قوت ہے۔ اسے سامراج نے یوں ہی نہیں جنم دیا تھا۔ اس سے کم و بیش سو سو اوسو سال سے زبردست خدمات لی جا رہی ہیں۔ ان علمائے کرام کے بارے میں جن سے مولانا سید الحق صاحب کا تعلق و نسبت ہے اس حوالہ سے کس سلوک کی توقع کی جاسکتی ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے بڑے بڑے سیاسی و قومی مدبر اور ”ادمنین میکر“ مذکورہ ”فیکٹر“ کی برپا کردہ قیامتوں سے اپنی سادگی یا دیگر وجوہات کی بنا پر کما حقہ باخبر نہیں ہیں۔ صیہونیت کا یہ ”جنوبی ایشیاء ایڈیشن“ علماء کرام کی سرگرمیوں پر مستقل نظر رکھتا اور اپنے آقاؤں کو سفارشات جاری کرتا رہتا ہے اور اس کو سمجھنے کے لئے معمولی سی کامن سینس کی ضرورت ہے مگر اسی صورت میں کہ اس طرف دھیان دیا جائے۔ اسی مثال کو دیکھ لیجئے کہ کہیں زیر بحث مسئلہ کو ”طالبان اور دیگر اسلامی قوتوں کے مابین انتشار و افتراق پھیلانے کے لئے تو نہیں پیدا کیا گیا؟

پانچویں بات © rasailojaraid.com ک سامراجی رول کی ادائیگی کے

لئے طویل، گہری، عملی، علمی، فکری، ٹیکنیکی، تہذیبی تیاریوں کے ساتھ مشرق کی جانب روانہ ہوئی ہیں۔ انہیں عالم اسلام کے ہر ملک میں جمہوریت نافذ کرنی ہے ”امن کی ندیاں“ بہانی ہیں، دہشت گردی (جوئی الواقع ان کی ذات کے سوا شاید ہی کہیں موجود ہوں) کا قلع قمع کرنا اور جڑ کاٹنی ہے، ان مقاصد کے حصول کے لئے وہ زبردست جوش و خروش، نئے جذبوں، نئے دلولوں، نئے نعروں، نئے فلسفوں، نئے ایجنڈوں، نئے ایجنٹوں، نئے لشکروں کے ساتھ صلیب کے نام پر پوری جھج سے حملہ آور ہوئے ہیں (اصل مقصد صرف اور صرف اسلام) کی شیعہ ہدایت کو بزعم خود بھجا دیتا ہے جس کو قرآن کی آیت یوں ٹھکرا دیتی ہے کہ: یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بھجادیں جب کہ اللہ نے اس نور کو مکمل فرمایا ہی فرمانا ہے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناپسند ہو)

اپنے مقاصد کے حصول کے لئے لاکھوں مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کی خوں ریزیاں کرنا، گھر بار اجاڑنا، عزت و حرمت پامال کرنا، تہذیب و تمدن کے آثار مٹانا، آزادیوں کو غلامیوں میں بدلنا، ان کا وہ کھلا منشور و طرز عمل ہے جو افغانستان کے کومساروں سے لے کر عراق کے ریگستانوں، عجائب گھروں، کوفہ و کربلا کی مسجدوں کے میناروں، فلوجہ کے بازاروں، گلیوں کو چوں، ابوغریب کے قید خانوں تک یوں پھیلا ہوا ہے کہ عقل کے ہر اندھے تک کو دکھائی دے رہا ہے۔ (بقول کے: مغربی تہذیب کا نقطہ عروج فلوجہ اور ابوغریب ہیں) ایسے میں علمائے کرام کو باعزت دیکھنے کی گنجائش کہاں تک ممکن ہے۔ مولانا سمیع الحق کا قصہ تو بعد کی بات ہے، وہاں تو مغربی فضاؤں کے پروردہ مگر دامن اسلام سے وابستگی اختیار کرنے والے یوسف اسلام کو واشگفتن کی فضاؤں میں سانس لینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ مغربی سامراج کے یہ علامتی مظاہر حقائق کی غمازی کر رہے ہیں۔ دنیا بھر کے تمام مسلمان ممالک کے علماء کرام سامراج کے ان اشاروں کو سمجھیں اور پورے عالم اسلام کو سپین بنانے کے عزائم کی راہ میں شایان شان ”مزارعتی و فاحشانہ کردار ادا کریں۔ اقتداروں سے کیا توقع رکھنا، وہ تو اپنے ذاتی مفادات اور خاندانی وقاروں کے محافظ ہیں اور بس۔ امت مسلمہ پر ہونے والی ننگی عالمی جارحیت کا درد محسوس کرنا سب سے زیادہ علمائے اسلام کے ہاں ممکن ہے۔ اور اس کا اندازہ وہ اظہار مغربی افعال سے ہو رہا ہے۔ جاہلیت جدیدہ اسلحہ کی بے پناہ قوت کے ساتھ ”تعلیم و تہذیب“ کے میدان سے عالم اسلام پر حملہ آور ہے اور اسی میدان میں اس کا توڑ کرنا ہوگا۔ بالخصوص دینی تعلیم کا دفاع اور ترویج انتہائی ضروری ہے۔ یہ سب کچھ ایسے لمحے میں ہو رہا ہے کہ عزت مآب آنجمنی پوپ جان اپنی شاندار کارکردگی برائے عیسائیت کا باب مکمل کر کے رخصت ہو گئے مگر اپنی ”روشن تاریخ“ کے شانہ بشانہ یہ ”ناکامی“ بھی تاریخ کے سپرد کر گئے کہ وہ اپنے مذہب سے وابستہ جارحانہ جنگوں کی پرکربستہ بٹش و ٹوٹی پلیئر کو مسلمانوں کی خون ریزیوں سے روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے، حالانکہ انہوں نے بارہا امن کی آواز بلند کی۔ نئے عالمی عیسائی رہبر کے ایجنڈے پر اپنے ہم مذہبوں کی ظالمانہ خون ریزیوں کو روکنے کا مسئلہ شامل ہو سکے تو امت مسلمہ شکر گزار ہوگی۔